السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

تعمیر مساجد میں مال زکاۃ خرچ کرنا

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

جواباً عرض ہے کہ زکاۃ کے آٹھ مصارف سورہ توبہ میں آیت نمبر 60 میں بتائےگئے ہیں، جن مساجد یا خیراتی کام شامل نہیں ہیں لیکن زکاۃ کا ایک مصرف (فی سبیل اللہ) مفسرین وفقہاء کی طبع آزمائی کا موضوع رہا ہے۔

فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

امام قرطبی اپنی مایہ ناز تفسیر میں ذکر کرتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کی اصطلاح جہاد کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے فی سبیل اللہ سے مراد مجاہدین کی اعانت، جہاد کی تیاری اور جہاد سے متعلقہ امور ہیں اور یہی مذہب فقہائے اربعہ کا ہے۔ امام احمد اور احناف میں سے امام محمدِ نے فی سبیل اللہ میں حج کو بھی شامل رکھا ہے۔ بطور دلیل ان دو روایات کو پیش کیا جاتا ہے:

حضرت ابولاس سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں صدقے کے انٹوں پر حج کے لیے سوار کرایا۔

حضرت معقل بن یسار سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حج فی سبیل اللہ میں سے ہے۔،،

ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے عورتوں کے لیے حج و عمرہ کو جہاد قرار دیا۔

ان روایات کی بنا پر امام احمد محمد کے نزدیک نادار مسلمان زکاۃ کی رقم سے حج کے لیے استفادہ کرسکتے ہیں۔

اکثر فقہاء اور مفسرین نے اسلام کی دعوت و تبلیغ کو جہاد کی شکل قرار دیتے ہوئے مبلغین، داعی حضرات اور مدارس کے اساتذہ وطلبہ کی اعانت زکاۃ فنڈ میں سے ادا کرنے کی اجازت دی ہے۔

مفسرین میں سے امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں:

اور معلوم ہونا چاہیے کہ فی سبیل اللہ کی عبارت بظاہر مجاہدین تک محدود نہیں ہے اور اسی لیے قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے یہ بات نقل کی ہے کہ صدقات کا خیراتی کاموں، جیسے مردوں کی تکفین، قلعوں کا بنانا اور مساجد کی تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے کیونکہ فی سبیل اللہ ایک عام لفظ ہے اور ان تمام باتوں پر حاوی ہے۔ (مفاتیح الغیب: 2 681)

ابن قدامہ، المغنی میں لکھتے ہیں:

یہ جائز نہیں ہے کہ زکاۃ کی رقم ان چیزوں میں صرف کی جائے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا، جیسے مساجد کی تعمیر، پل اور پانی کی سبیلیں بنانا، سڑکیں ٹھیک کرنا، سیلاب کے پانی کو روکنے کے لیے بند باندھنا، مردوں کی تکفین، مہمانوں کی آؤ بھگت اور ایسی ہی اطاعت کی وہ تمام چیزیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا۔ حضرت انس اور حسن بصری کہتے ہیں: پلوں اور راستوں میں جو بھی خرچ کیا جائے وہ صدقہ ہی ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک صدقات فقراء ومساکین کے لیے ہیں-(الآیہ) آیت کے شروع میں لفظ اِنَّمَا سے حصر واثبات دونوں ہوجاتے ہیں، یعنی زکاۃ کا مال انہی آٹھ اصناف ہی پر خرچ کیا جاسکتا ہے، دوسروں پر نہیں۔ (المغنی: 2 667)

فقہائے احناف کے نزدیک چونکہ زکاۃ ایسے ہی لوگوں کو دی جاسکتی ہے جن میں مال زکاۃ کا مالک بننے کی صلاحیت ہو، اس لیے وہ عام خیراتی کاموں میں زکاۃ کو صرف کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ فتاویٰ ہندیہ میں مرقوم ہے:

زکاۃ سے مسجد، پل اور سرائے کی تعمیر، سڑکوں کی مرمت، نہروں کی کھدائی، حج اور جہاد میں خرچ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ایسی چیزوں ہی میں خرچ کیا جاسکتا ہے جس میں مالک بننے کی صلاحیت نہ ہو۔

شرط تملیک کی بنا پر فقہائے احناف مدراس وغیرہ میں مال زکاۃ خرچ کرنے کے لیے یہ حیلہ روا رکھتے ہیں کہ پہلے غریب طلبہ کو زکاۃ کی رقم کا مالک بنایا جاتا ہے اور پھر ان سے مدرسہ کے لیے رقم ہبہ کرلی جاتی ہے لیکن اس حیلے کی چنداں ضرورت نہ تھی کہ آیت مذکورہ میں حرف لام (للفراء) لام تملیک کے معنی میں نہیں بلکہ زکاۃ کے مصرف کے بیان کے لیے آیا ہے۔

الازہر کے علماء میں مفتی عبدالمجید سلیم اور بعض معاصر علماء نے قفال مروزی کی رائے کو اختیار کرتے ہوئے لفظ فی سبیل اللہ کو کافی وسعت دی ہے اور تمام خیراتی کاموں حتی کہ مساجد اور ہسپتالوں کی تعمیر کو بھی ''فی سبیل اللہ،، میں شمار کیا ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آٹھ مصارف کا ذکر کیا جانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ زکاۃ مخصوص مدات ہی میں صرف کی جا سکتی ہے، وگرنہ فی سبیل اللہ میں بعض وہ امور بھی آجاتے ہیں جو ان آٹھ مصارف میں شامل ہیں، جیسے مؤلفۃ القلوب (وہ لوگ جنہیں اسلام میں رغبت دلانے کے لیے یا اسلام قبول کرنے کے بعد بطور اعانت مدد دی جاتی ہے۔) صحیح مسلم میں مروی ہے کہ عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مال زکاۃ کی تحصیل پر ہم کو مقرر کردیں تاکہ ہم بھی اس کام میں عوض کچھ فائدہ حاصل کرسکیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مال زکاۃ اوساخ الناس، یعنی لوگوں کا میل کچیل ہے اور محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لیے جائز نہیں۔،،

(صحیح مسلم، الزکاۃ، حدیث: 1072)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ سادات بنوہاشم کی ضروریات کو پورا کرنا فی سبیل اللہ میں داخل تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس میں داخل نہیں کیا، یہی بات مساجد کی تعمیر کے بارے میں کہی جا سکتی ہے کہ لوگوں کا میل کچیل مساجد کی تعمیر پر خرچ نہیں کرنا چاہیے، پھر اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مغربی ممالک میں مساجد کی تعمیر پر اچھی خاصی رقم صرف ہوجاتی ہے اور اگر زکاۃ کی رقوم مساجد پر صرف کی جانے لگیں تو پھر فقراء و مساکین اور محتاجوں کے لیے کچھ باقی نہ رہے گا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ان ممالک میں مسجد کے ایک گنبد یا مینار کی تعمیر پر پچاس ساٹھ ہزار پونڈ بآسانی خرچ ہوجاتے ہیں لیکن یہی رقم اگر پاک و ہند یا افریقہ کے فقراء و مساکین پر خرچ کی جائے تو پچاس ساٹھ خاندان ایک سال کے لیے دست سوال دراز کرنے سے بچ سکتے ہیں، اس لیے ہماری رائے میں فی سبیل اللہ کے الفاظ کو اتنی ہی وسعت دینی چاہیے کہ جس یہ الفاظ متحمل ہیں، یعنی اسے جہاد ہی سے خاص رکھا جائے کہ جس میں جہاد بالسیف، باللسان اور بالقلم تینوں انواع شامل ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں مساجد کی تعمیر کی فضیلت و ثواب پر اسی لیے ابھارا گیا ہے تاکہ کلمہ گو حضرات زکاۃ کے علاوہ بھی اللہ کی راہ میں کثرت سے خرچ کریں اور جنت میں اپنے لیے محلات کھڑے کرسکیں۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ صراط مستقیم

زکاۃ کے مسائل، صفحہ: 325

محدث فتویٰ